Al-Mahdi Research Journal
Vol. 1, No. 1 (Jan-March 2020)

وبا کے دوران دین اور مراکز اسلامیہ کا طرز عمل اور کردار

The Behaviour and Contribution of Islamic Centres during the Epidemic Disease

Dr. Zubair Tayyab [1]

Abstract:

This research paper basically deals with the behavior, nature, and contribution of the Islamic centers e.g Madaris, Msajid, and Islamic centers of the Muslim community in the different areas of the world. Religious leaders and centers play a key role during the epidemic. The people benefit from these centers with insights into reality and guidance in solving problems. Therefore, it is the responsibility of religious leaders to use these centers for dealing with the people and for public reform so that a cordial relationship is established between the people and the government.

Key words: Epi-Demic disease, Msajid, Mdaris, Islamic Centres, Muslim Community

حرف آغاز

اسلام دین فطرت اوراس کی تمام تعلیمات عین اس فطرت کے مطابق ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے تخلیق کی ہیں۔ اس کے عقائد وعبادات، معاملات واخلاقیات میں ترجیحاً جو اصول اور مقاصد پیش نظر رکھے گئے ہیں ان میں انسان کی روحانی ومادی تربیت وبالیدگی کو اولیت حاصل ہے۔ اسی بنا پر فقہاء نے مقاصدِ شریعت میں انسانی جان اوراس کے تحفظ کو اولین حیثیت دی ہے۔ جب کتاب وسنت کا معیارِ ہدایت ہونا طے ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انسانیت کو درپیش مسائل کا حل اس میں موجود نہ ہو؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اپنے طرزِ معاشرت اورالہامی تعلیمات سے دوری کے بسبب نہ صرف اپنے جسم وروح کو پراگندہ اور معاشرے کو آلودہ بناچکا ہے بلکہ اس کا یہ عمل دوسروں کے لئے ضرر رساں ہونے کے علاوہ خود اس کی زندگی میں بے شمار مسائل کا باعث بن رہاہے۔ انسان سمیت تمام مخلوقات اللہ عزوجل کی لازوال کاریگری کا عظیم مظہر ہیں جن میں فکر وتدبر کی پرزور دعوت دی گئی ہے تاکہ انسان مظاہرِ فطرت کو جان کر نہ صرف خالق تک رسائی حاصل کرسکے بلکہ اپنی ذات، ماحول اوراسے وابستہ مخلوقات کو فطری معیار پر برقرار رکھنے میں کوشاں ہو۔

---

[1]*Lecturer, The Department of Islamic Studies, MohiUd Din Islamic University (AJK), zubitayyab@gmail.com*

انسانی تخلیق کا فطری معیار اس کے اعضاء وجوارح کی سلامتی اور ان کے صحت مند طریق پر مصرفِ عمل رہنے سے عبارت ہے۔ طہارت کا فقدان، بری و بحری آلودگی، مشینی رہن سہن جیسے مادی اسباب انسان کے اس طبعی وفطری معیار پر حملہ آور ہونے اور صحت کو بیماری سے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بسا اوقات بیماری فرد تک محدود رہتی ہے جبکہ بعض اوقات اس کا پھیلاؤ کثیر وغیر محدود ہوتا ہے جس بنا پر ہنگامی بنیادوں پر بروقت اقدامات کے ذریعے اس کا مقابلہ کرنے اور پھیلاؤ کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسی بیماری وبا کہلاتی ہے جس کی ایک معاصر صورت "کرونا-کوویڈ19" کا دنیا کو سامنا ہے۔ جملہ شعبہ ہائے حیات کی مانند اسلام نے اس سلسلے میں بھی واضح اور جامع ہدایات فراہم کی ہیں جن پر عمل نہ صرف بیماری کے سدباب میں معاون بلکہ رفعِ درجات کا سبب ہے۔ نیز دینی رہنما ان ہدایات کو معاصر قالب میں ڈھال کر امت کی رہبری کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ مقالہ ہذا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں وبا کے دوران دین ودینی رہنماؤں کے کردار کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صحتِ عامہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں:

مضبوط دلائل اور تجربات ومشاہدات کی رو سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کتاب وسنت میں انسانی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی تعلیمات فراہم کی گئی ہیں جو کسی اور شریعت میں نظر نہیں آتیں۔ مللِ سابقہ میں صحت سے متعلق تعلیمات موجود اور حفظان صحت کے اصولی شواہد ملتے ضرور ہیں لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو وہ تعلیمات اور شواہد عمومی نوعیت کے حامل اور ترکیب وتفصیل سے عاری تھے۔ اسلام نے حفظانِ صحت کے سابقہ اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نئے اور منفرد انداز، مفید اور کارآمد اصول وقواعد اور جزئیات تک کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ ذکر اور انہیں ایک مربوط نظام کی شکل میں پیش کیا جس کی پیروی دورس اور دیرپا نتائج کی ضمانت ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے ابتداء ہی میں رسول کریم ﷺ کو تاکیدی حکم دیا:

" وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ "[2]

"اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھو اور ہر قسم کی غلاظت سے مکمل پرہیز کرو۔"

یہ مختصر آیت حفظانِ صحت کی بنیاد ہے۔ "والرجز" کے لفظ پر ال آنے سے معانی میں وسعت اور ہر قسم کی گندگی سے پرہیز اس حکم میں شامل ہے چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر اور چاہے روحانی ہو یا جسمانی۔ انفرادی واجتماعی ہر قسم کی طہارت کو یقینی بنانے کی خاطر یہ جامع فقرہ ایسا مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد حفظانِ صحت سے متعلق تمام اسلامی تعلیمات دائر ہیں اور وہ سب اس تاکیدی وعمومی حکم کی تفاسیر وتفاصیل ہیں۔ اگر اس اسلام میں اور کوئی احکام وہدایات صحت کے متعلق نہ پائی جاتیں تو بھی یہی ایک حکم کافی تھا۔ لیکن اس کے باوجود صحت اور طہارت وپاکیزگی سے متعلق تفصیلی اور حکمت پر مبنی مفید احکام قرآن وسنت میں موجود ہیں جو ہر دور میں قابلِ عمل اور عاملین کی صحت کی ضمانت ہیں۔ ان میں عبادات

---

[2] المدثر:4

کے لیے طہارت کو لازم قرار دینا، کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا، غلاظت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا اور ملوث ہونے کی صورت میں جلد از جلد پاکی حاصل کرنا شامل ہیں جو نہ صرف افراد میں اہتمامِ طہارت کی عادت کو پختہ کرتے ہیں بلکہ بیماریوں سے بچاؤ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

وبائی امراض اور مصائب و آلام کے ظاہر ہونے دو بنیادی اسباب:

ابتدا سے جاری نیک و بد کی کشمش یہ بتاتی ہے کہ ایک قوت ہدایت جبکہ دوسری ضلالت کی جانب مشیر ہے۔ ایک افادیت و نافعیت کو پروان چڑھاتی ہے تو دوسری مضرت و خسران کی دلدل میں دھکیلتی ہے۔ ایک اشیاء کے استحکام جبکہ دوسری استحصال کا سبب بنتی ہے۔ اس بنا پر دنیا دارالاسباب اور مثبت و منفی نتائج اختیار کردہ اسباب کا ثمرہ ہوتے ہیں۔ اسباب میں تاثیری قوت اللہ عزوجل کی ہے تاہم انہیں اختیار کرنے کا حکم بھی اسی کا ہے کیونکہ اسی پر نتائج کا انحصار اور نظمِ حیات جاری وساری ہے۔ امراض وبائی ہوں یا غیر تقدیرِ الٰہی کے علاوہ کچھ مادی اسباب بھی ان کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو اسباب اہم ہیں۔

پہلا سبب:

وبائی امراض اور مصائب و آلام کے ظاہر ہونے کا ایک سبب دنیا میں انسان کی ابتلاء و آزمائش ہے۔ قرآن مجید کی کئی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہر شخص کو آزمائش میں مبتلا فرماتے ہیں جس میں بعض لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں اور بعض ناکام ہو جاتے ہیں۔ قطع نظر اس سے وہ آزمائش کس قسم کی ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

" وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ"[3]

"اوراگراللہچاہتاتوسبکوایکہیامتکر دیتالیکنوہتمہیںاپنے دیے ہوئے حکموں میںآزماناچاہتاہے، اسلیے نیکیوں میںایکدوسرے سے بڑھنے کیکوششکرو، سبکواللہکےپاسپہنچناہے پھر تمہیںبتائے گا جسمیںتماختلافکرتے تھے۔"

آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اپنی عطا کردہ چیزوں کے ذریعے آزماتا ہے لہٰذا ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ عطیاتِ الٰہی کو اس کے حکم کے مطابق استعمال کرے تا کہ اس چیز کی ضرر رسانی سے احتیاط ممکن ہو سکے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہے کہ:

"وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلَآئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتَاكُمْ ۗ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"[4]

"اسنے تمہیںزمینمیںنائببنایاہے اور بعضکے بعضپر درجے بلند کر دیے ہیں تاکہتمہیںآزمائے اسمیںجوا سنے تمہیںدیاہے۔ بےشکتیراربجلعذ ابدینے والاہے اور بے شکوہبخشنے والامہربانہے۔"

---

[3] المائدہ:48

[4] الانعام:165

آیت سے معلوم ہوا کہ انسان زمین پر خلیفۃ اللہ اوراس کو حاصل درجات سببِ ابتلاء ہیں۔اس لئے دنیا کو دارالامتحان بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو کبھی راحت اور کبھی تکلیف دے کر آزماتے ہیں۔اس بناپر صحت و مرض بھی آزمائش کا حصہ ہیں تا کہ مومن تائب ہو کر اعمالِ صالحہ کی طرف رجوع کرے اور ناشکری ودیگر گناہوں سے باز آجائے۔

دوسرا سبب:

انسانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ مصائب وآلام کی دوسری بڑی وجہ انسانوں کی اپنی بداعمالیاں اور فطرت سے روگردانی ہے۔ارشادِ ربانی ہے کہ:

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ"[5]

"بحر وبر میں لوگوں کے اعمال کے بسبب
فساد پھیل گیا تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے کہ وہ باز آجائیں۔"

آیت کریمہ سے واضح معلوم ہورہا ہے کہ زمین کے کسی بھی حصہ میں فساد دراصل لوگوں کی اپنی بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے سزا کے طور پر اس دنیا میں مزہ اور بدلہ چکھایا جاتا ہے۔اس کا مقصد محض یہ ہے کہ انسان اپنی بداعمالیوں سے باز آجائے اور اپنے خالق کی طرف رجوع کرے۔دوسری جگہ یہ مضمون مزید وضاحت سے بیان ہوا ہے:

"وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ"[6]

"اور تم پر آنے والی مصیبت تمہارے ہی کیے ہوئے کاموں کی بدولت ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ انسان جو اکثر وبیشتر وبائی امراض اور دوسرے مصائب وآلام کا شکار ہوتا ہے تو اس میں بنیادی طور پر یہی دو اسباب کارفرما ہوتے ہیں۔اس بات کی مزید تائید وتشریح اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ:

اقبل علينا رسول الله ﷺ فقال: يا معشر المهاجرين! خمس إذا ابتليتم بهن واعوذ بالله ان تدركوهن: لم " تظهر الفاحشة في قوم قط حتى يعلنوا بها إلا فشا فيهم الطاعون والاوجاع التي لم تكن مضت في اسلافهم الذين مضوا ولم ينقصوا المكيال والميزان إلا اخذوا بالسنين وشدة المؤنة وجور السلطان عليهم ولم يمنعوا زكاة اموالهم إلا منعوا القطر من السماء ولولا البهائم لم يمطروا ولم ينقضوا عهد الله وعهد رسوله إلا سلط الله عليهم عدوا من غيرهم فاخذوا بعض ما في ايديهم وما لم تحكم ائمتهم بكتاب الله ويتخيروا مما انزل الله إلا جعل الله باسهم بينهم"[7]

"رسول اللہ ﷺ ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے مہاجرین! پانچ (آزمائشیں) ہیں جن میں تم مبتلا ہوگے اور میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ۔ جب کسی قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے اور وہ علانیہ اس کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان میں طاعون اور مختلف بیماریاں جو ان کے اسلاف میں نہیں تھیں پھیل جاتی ہیں۔ جب لوگ ماپ تول میں کمی کرتے ہیں تو انہیں قحط سالی، سخت تکالیف

[5] الروم: 41

[6] الشوریٰ: 30

[7] ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن، کتاب الفتن، باب العقوبات، الرقم: 4019

اور بادشاہوں کے ظلم دیکھتے ہیں۔

جبلوگ زکوۃ ادا کرنے سے رکجاتے ہیں تو آسمانسے بارش کانزول بند ہو جاتا ہے اور اگر چوپائے نہوتے تو ز پ با رشنازل نہوتی۔ جبیہلوگ اللہتعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے عہد و پیمانکو توڑتے ہیں تو اللہتعالیٰ ز پ انکے دشمنوں جنکا تعلق انکے غیروں سے ہوتا ہے کو مسلطکر دیتا ہے جو انسے انکے بعض اموال چھین لیتے ہیں اور جبمسلمانوں کے حکمر اناللہتعالیٰکی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اسکے نازلکر دہ حکم کو ترجیح نہیں دیتے تو اللہتعالیٰ انکو آپس میں لڑا دیتا ہے۔"

معلوم ہوا کہ بنی نوع انسانی کی عملی کوتاہیاں اس پر آنے والے مصائب و آلام کا ایک بڑا سبب ہیں۔ چونکہ خیر و شر کا یہ سلسلہ ابتدا سے چلا آرہا ہے اس لیے مختلف بداعمالیوں کے نتیجے میں آزمائشیں جن میں حرب اور قتل و غارت گری کے ساتھ ساتھ وبائی امراض بھی شامل ہیں انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لیتی رہی ہیں۔ ذیل میں تاریخ سے ایسی چند مثالوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

اسلامی تاریخ سے وبائی امراض کی مثالیں:

آج پوری دنیا کورونا وائرس جیسے مہلک وبائی مرض میں مبتلا ہو چکی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن چکے ہیں اور لاکھوں اب بھی اس میں مبتلا ہیں۔ ہر روز اموات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ عہدِ صحابہ، تابعین اور بعد کے ادوار میں بھی اس قسم کی وباؤں نے ہزاروں بندگان خدا کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے:

> "18 ہجری میں سیدنا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں طاعون عمواس کی وبا پھیلی، جس میں ہر دن سترہ سو آدمی وفات پاتے تھے۔ اس وبا میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل جیسے جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے۔"[8]

یہ اولین وبا تھی جو کہ دور اسلام میں برپا ہوئی اور اس نے ہزاروں کی تعداد میں صحابہ و تابعین کو متاثر کیا۔ تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وبا میں شام میں مصروف پینتیس ہزار کے لشکر میں سے صرف چھ ہزار مجاہدین زندہ بچے اور شہدائے طاعون کی تعداد چھبیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔[9] اس وبا کے بعد دنیا کے مختلف اسلامی ممالک میں مختلف وبائی امراض آتے رہے۔ البدایہ والنہایہ میں ذکر ہے:

---

[8] ابن سعد، محمد بن سعد الزہری، الطبقات الکبریٰ، مکتبۃ الخانجی، القاہرہ 2001ء، 58/2

[9] ابن عساکر، علی بن حسن ابوالقاسم دمشقی، تاریخ مدینہ دمشق، دارالفکر بیروت، س،ن،د، 485/25

"449ہجری میں بغداد اور دیگر شہروں میں "بھوک مری" کی وبا آئی۔ لوگ قبروں کو اکھیڑتے اور مردے کو بھون کر کھا جاتے۔ لوگوں نے محتاجوں کے سامنے دینار و دراہم کے انبار لگا دیئے لیکن محتاج ایک ہی بات کہتا کہ مجھے تو صرف روٹی کا ایک ٹکڑا چاہیے۔ اس وبائی مرض میں مرنے والوں کی تعداد ایک کروڑ پانچ لاکھ پچاس ہزار تھی۔"[10]

ایسی ہی ایک اور وبا کے بارے میں موصوف کا کہنا ہے کہ 478ہجری میں شام، عراق اور حجاز کے مختلف علاقوں میں طاعون کی وبا پھیلی، اس میں لوگوں کو سخت بخار ہوتا۔ کثرت سے اموات ہونے لگیں۔ اس وبا میں تیز گرم ہوائیں بھی چلیں۔ لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے قیامت برپا ہوگئی ہو۔ اس وقت کے عباسی خلیفہ "المقتدی باللہ" نے حکم جاری کیا کہ سب لوگ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیں، گناہوں سے روکیں۔ موسیقی کے تمام آلات کو توڑ دیا گیا، شراب کی بوتلیں بہا دی گئیں اور ریاست میں موجود تمام بدکاروں کو جلاوطن کر دیا گیا۔ جس کے تھوڑے عرصہ بعد وبا از خود ختم ہوگئی۔[11]

تاریخِ اسلامی سے وبائی امراض کی یہ چند مثالیں ہیں۔ بعد کے ادوار میں بھی ایسی مہلک وبائیں آتی اور لوگوں کو اپنی گرفت میں لیتی رہی ہیں جن میں لاکھوں کی تعداد میں اموات ہوئی ہیں ۔طوالت سے بچنے کی خاطر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں وبائی امراض پر قابو پانے کے لیے ماہرین کی آراء کے ساتھ ساتھ ان مثالوں سے سبق لینا بھی از حد ضروری ہے۔ اس سلسلے میں رسالتمآب ﷺ کی تعلیمات اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی ایک بڑی تعداد وبا کا شکار رہی کا طرزِ عمل اہم ہے۔ ذیل میں چند وہ حفاظتی تدابیر اور اقدامات بیان کیے جاتے ہیں جو سابقہ وباؤں کے دوران اپنائے گئے یا ان کا حکم دیا گیا۔

احتیاطی تدابیر کے بارے میں دینِ اسلام کا نقطہ نظر:

احتیاطی تدابیر کے بیان سے قبل یہ جاننا مناسب ہے کہ اسلام انسانی جان کو نہایت اہمیت اور وقعت دیتا ہے۔ الہامی اصول کی رو سے جہاں ایک انسانی جان کا تحفظ پوری انسانیت کا تحفظ ہے وہیں ایک نفس کا قتل انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔[12] اس بنا پر انسانی جان کی حفاظت و تکریم اور اس کو ہر حال میں ضرر سے بچانا اہلِ اسلام کا انفرادی و اجتماعی فریضہ ہے۔ شریعت بھی اسی بنا پر مشکل حالات میں انسانی جان کو کسی ضرر سے بچانے اور اس کے تحفظ کی خاطر اصول و قواعد تجویز اور حکومت ان کی تنفیذ کرتی ہے جن کا من و عن تسلیم کرنا ہر انسان کے لئے واجب ہے۔ اسی طرح احتیاطی تدابیر کے تعین کے ضمن میں یہ بات بھی مدِ نظر رہنی چاہیے کہ اس سلسلے میں ماہرینِ فن کی رائے معتبر اور قابلِ عمل ہے بشرطیکہ وہ شرع کے کسی مسلّمہ اصول کے متصادم نہ ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

---

[10] ابن کثیر، عماد الدین، البدایہ والنہایہ ترجمہ اردو بنام تاریخ ابن کثیر، نفیس اکیڈمی کراچی پاکستان، 12/ 109

[11] ایضاً: 12/ 109

[12] المائدہ: 32

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ"[13]

"اے ایمانو الو! اطاعتکر واللہکیاوراطاعتکرو رسولکیاوروا لیانِ امر کیجو تمہیں سے ہوں۔"

آیت مبارکہ میں "اولی الامر" کے معنٰی کو وسعت دیتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ہر شعبہ کے ماہرین کی رائے ان کے فن کی حد تک تسلیم کیا جانا اس آیت کا مصداق ہے۔ جس طرح دینی معاملات میں علماء کرام کی رائے معتبر اسی طرح جسمانی اعضاء اور امراض کی تشخیص کے لئے طبی ماہرین کی رائے معتبر ہے۔ ان امور کو ذہن نشین کر لینے کے بعد ان احتیاطی تدابیر کا دینِ اسلام کے تناظر میں جائزہ لیا جاتا ہے جو اطباء کی جانب سے وبا کے دوران تجویز کی جاتی ہیں۔

اول: وبا سے متاثرہ علاقہ میں آمدورفت سے پرہیز

وبا کے دوران اپنی اور دوسروں کی حفاظت کے پیش نظر سینکڑوں سال پہلے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے وبائی امراض سے ملوث علاقے میں جانے اور وہاں سے راہ فرار اختیار کرنے سے بوجوہ منع فرما دیا تھا۔ حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے:

"قال رسو ل الله ﷺ الطاعون رجس ارسل على طائفة من بنى اسرائيل اوعلى من كان قبلكم فاذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارمنہ"[14]

"رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا یا تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا۔ پس جب سنو کہ کسی مقام پر طاعون پھیلا ہے تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب طاعون پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو تم طاعون سے بچنے کے لئے اس جگہ سے نہ نکلو۔"

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس علاقے میں وبا پھیل جائے وہاں سے نکلنے سے پرہیز کیا جائے اور جو لوگ اس علاقے میں جانا چاہیں وہ تب تک نہ جائیں جب تک یہ وبا ختم نہ ہو جائے۔ وبازدہ علاقے سے خروج اور دخول کی مختلف حکمتیں ہیں۔ مثلاً:

- وبازدہ علاقے میں داخل نہ ہونے میں موذی اسباب سے بچنا اور ان سے دور رہنا پایا جاتا ہے۔ اس طرح فاسد اور خراب ماحول سے بچاؤ ممکن ہوتا ہے۔
- یہ مریضوں اور بیماروں سے اجتناب کی ایک شکل ہے جن کی صحبت و قربت اس مہلک مرض کا سبب بن سکتی ہے۔
- وبازدہ علاقے سے نہ نکلنے میں صبر و توکل کا عنصر پایا جاتا ہے جو مومن کے لیے رفعِ درجات اور آزمائش کا مقابلہ کرنے میں معاون ہے۔
- اس علاقے سے نکلنے کی صورت میں بیمار افراد کی دیکھ بھال اور فوت شدگان کی تجہیز و تکفین متاثر ہونے کا اندیشہ ہے جبکہ باہر سے جانے پر بھی پابندی ہو۔

---

[13] النساء: 59

[14] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، الرقم الحدیث: 3473

موجودہ دور میں کرونا وبا کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے لاک ڈاؤن اسی تعلیم کی عصری تطبیق ہے جو شرع کے مزاج سے بالکل ہم آہنگ ہے۔

دوم: سماجی فاصلہ اور باہمی اختلاط کی ممانعت

وبائی امراض کے پھیلاؤ کی ایک وجہ لوگوں کا میل جول بھی ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے وبا سے متاثرہ شخص سے بھی احتیاطاً دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ قبلہ ثقیف کے وفد میں ایک مجذوم (کوڑھ زدہ) شخص بھی موجود تھا جو نبی کریم ﷺ کی بیعت کرنا چاہتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی بیماری کے باعث اسے پیغام بھیجا کہ ہم نے (بالواسطہ) تمہاری بیعت لے لی ہے، اس لئے تم واپس لوٹ جاؤ۔[15](14) آپ ﷺ کا یہ طرز عمل مریض سے فاصلہ رکھنے میں نہایت واضح ہے۔ نیز اس روایت سے مریض کا اپنے گھر میں رہنا بھی ثابت ہو رہا ہے جس کی فضیلت روایات میں وارد ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار نبی کریم ﷺ سے طاعون جیسی متعدی بیماری کے بارے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

> " انہ کان عذابا یبعثہ اللہ تعالٰی علی من یشاء فجعلہ رحمۃ للمؤمنین،فلیس من رجل یقع الطاعون فیمکث فی بیتہ صابرًا محتسبًا یعلم انہ لایصیبہ الاما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر الشہید"[16]
>
> "طاعون ایک عذاب تھا کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا بھیجتا اور اس امت کے لئے اسے رحمت کر دیا ہے تو جو شخص زمانہ طاعون میں اپنے گھر میں صبر کئے طلب ثواب کے لئے اس اعتقاد کے ساتھ ٹھہرا رہے کہ اسے وہی پہنچے گا جو خدا نے لکھ دیا ہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔"

حدیث سے ثابت ہوا کہ مریض کے لئے اپنے گھر میں رکے رہنا اور کسی حاجت کے لئے باہر نہ نکلنا اجر کے لحاظ سے شہید کے مثل ہے۔ اس مفہوم کو وہ روایات بھی تقویت دیتی ہیں جن میں طاعون یا وبائی امراض میں وفات پا جانے والے کو شہید قرار دیا گیا ہے۔ ان روایات کی موجودگی میں اگر کوئی شخص بیماری کی علامات ظاہر ہونے کے بعد بھی صحت مند لوگوں میں جاتا ہے تو وہ ہدایت نبوی ﷺ سے انحراف کا مرتکب قرار پائے گا۔ وبا کے پھیلاؤ کو روکنے کی اس تدبیر کا تذکرہ فقہاء کی کتب میں بھی ملتا ہے جن میں وہ عوام الناس پر اختلاط کی پابندی اور حاکم وقت پر اس کا بزورِ بازو نفاذ لازم اور اس سے انحراف فسق وعصیان قرار دیتے ہیں۔[17] اس حکم کی رو سے وبائی مریض پر سماجی فاصلہ اپنانا لازم ہے۔

سوم: قرنطینہ اور اس کا ثبوت

مندرجہ بالا نصوص سے ثابت ہوا کہ بیمار آدمی کو صحت مند افراد کے ساتھ اختلاط سے روکا جائے۔ اسی طرح وبائی

---

[15] المسلم، الجامع الصحیح، کتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوہ، الرقم: 2231

[16] بنحنبل، الامام، المسند، موسسۃ الرسالۃ بیروت 1999ء: 6/153، 152

[17] البہوتی، منصور بن یونس ادریس، کشاف القناع عن متن الاقناع، المکتبۃ الوقفیۃ، س،ن، د، 6/126

امراض میں مبتلا جانوروں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ انہیں صحت مند جانوروں سے دور رکھا جائے۔[18] بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ حکم قرنطینہ کے موجودہ تصور کی اساس معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح جانوروں میں رسول اللہ ﷺ نے اس احتیاط کی پابندی کا حکم نافذ کیا بالکل ایسے ہی انسانوں میں بھی اس پابندی جسے قرنطینہ کا نام دیا جاتا ہے کی پابندی لازم ہے تاکہ بیمار افراد صحت مند افراد سے مختلط نہ ہوں اور یوں وبا کے پھیلاؤ کو کم کیا جاسکے۔

چہارم: مصافحہ و معانقہ پر پابندی

مصافحہ اور معانقہ شرعی طور پر واجب نہیں بلکہ ایک مستحب عمل ہے۔ وبا کے دوران اطباء کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ وبا کی روک تھام صرف اور صرف تبھی ممکن ہے جب ایک مخصوص فاصلہ رکھا جائے اور ملنے جلنے سے پرہیز کیا جائے۔ اگر کسی علاقے میں وبا پھیل جائے اور وہاں کے ماہرین طب یہ مشورہ دیں کہ مصافحہ یا معانقہ نہ کریں تو ایسی صورت میں مصافحہ و معانقہ سے احتراز شرعاً لازم ہوگا۔ اس بات کا اشارہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث سے بھی ملتا ہے جس میں آپ ﷺ نے متعدی مرض میں مبتلا شخص سے ایک نیزے کے فاصلے سے ہم کلام ہونے کا حکم دیا۔[19] جب ضروری گفتگو کے لیے اس قدر فاصلہ ضروری ہے تو اپنی اور دوسروں کی جان خطرے میں ڈال کر ایک مستحب پر عمل پیرا ہونا شرع کے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔

پنجم: صفائی ستھرائی کا اہتمام اور بار بار ہاتھ دھونا

شرع میں طہارت و نظافت کی اہمیت پر ابتدا میں کی گئی گفتگو کی روشنی میں اس کا محمود و مطلوب عمل ہونا بالکل واضح ہے۔ عبادات کی ادائیگی کے لیے طہارت کو لازم قرار دینے میں بھی اس کی اہمیت کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ اگرچہ شرع میں ہاتھ وغیرہ دھونے کی نہ تو خاص مقدار کا ذکر ہے اور نہ ہی مخصوص وقت تک دھوتے رہنا لازم۔ لیکن مجموعی طور پر ہر اس صورت میں ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا ہے جس میں کوتاہی مضر ہو۔ مثلاً حاجت سے فراغت کے بعد، کھانے سے قبل اور بعد میں اور اسی طرح جب بھی ہاتھ کسی نجاست سے آلودہ ہوں۔ دھونے سے مقصود نجاست کا خاتمہ ہے اور اگر نجاست غیر ظاہر ہو تو ماہرین کی بتائی ہوئی مقدار اور وقت پر عمل ضروری ہوگا۔ جیسا کہ جراثیم کے خاتمے کے لیے بیس سیکنڈ تک ہاتھ دھونا ماہرین کی جانب سے تجویز کیا گیا ہے۔

ششم: ماسک کا استعمال

حالیہ وبا کے دوران طبی ماہرین نے وبا کے پھیلاؤ میں کمی کے لئے عوامی مقامات پر منہ ڈھانپنے کو لازمی قرار دیا ہے۔ عام حالت میں نماز کے دوران منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ سنن ابی داؤد میں روایت ہے:

" ان رسول اللہ ﷺ نهى عن السدل في الصلاة وان يعطى الرجل فاه " [20]

---

[18] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب الاھامة، دار النشر بیروت 1407ھ، الرقم: 5771

[19] ابن حنبل، المسند، 32/222

[20] ابی داؤد، السنن، الرقم: 643

"بے شک رسول اللہ ﷺ نے نماز کے دوران کپڑے کے لٹکانے اور منہ ڈھانپنے سے منع فرمایا ہے۔"

مگر فقہائے کرام نے کسی عذر کی بناپر حالت نماز میں منہ ڈھانپنے کو جائز قرار دیا ہے۔وہ آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں:

"فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"[21]

"پس جو شخص مجبور کر دیا گیا ہو، حالانکہ وہ نہ تو باغی ہو اور نہ ہی حد سے گزرنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔"

اس رخصت کی بناپر ازروئے شرع بھی طبی ماہرین کی تجویز کو تسلیم کرتے ہوئے نماز اور دوسرے عام حالات میں فیس ماسک لگانے کو لازم قرار دینا ضروری ہے۔چنانچہ مساجد عوام الناس کے اجتماع کا مقام ہے لہذا نماز جیسی اہم ترین عبادت کے دوران بھی منہ کا ڈھانپنا لازمی ہو گا۔

وبا کے دوران تجہیز، تکفین اور نماز جنازہ کا حکم:

موت کا ایک وقت متعین ہے اور ہر شخص کو اس کے اپنے متعین وقت میں موت آتی ہے۔چاہے کسی بھی مرض سے موت ہو جائے موتیٰ کی عام مسلمانوں کی طرح تجہیز و تکفین کی جائے گی کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے۔لیکن اگر وبائی علاقے میں حکومت یا اطباء کی طرف سے پابندی ہو کہ اس میت کو چھونے سے مرض منتقل ہو سکتا ہے تو جن احتیاطی تدابیر کے ساتھ ڈاکٹر ایسے مریض کا علاج کرتا ہے انہی احتیاطی تدابیر کے ساتھ اس کے غسل اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جائے گا۔اگر غسل دینے والے کو یا دوسروں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو غسل کی بجائے تیمم پر اکتفاء کیا جاسکتا ہے جس کا طریقہ یہ ہو گا کہ ہاتھوں پر غلاف اور چہرے پر ماسک لگا کر ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق ہاتھ کو صاف مٹی پر مار کر میت کے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرا دیا جائے جیسا کہ زندہ آدمی تیمم کرتا ہے۔دور حاضر کے بعض فقہائے کرام کی یہی رائے ہے۔

اگر حکومت الگ سے کفن پہنانے کی اجازت دیتی ہو اور اس سے کفن پہنانے والے کو ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو باضابطہ عام میت کی طرح کفن پہنایا جائے گا۔اگر ڈاکٹر کسی جھلی یا پلاسٹک میں لپیٹ کر میت حوالے کرتا ہے اور اس کو کھولنے سے منع کرتا ہے تو اس جھلی یا پلاسٹک کو کفن کا درجہ دے دیا جائے گا جیسے شہید کے خون آلود کپڑے کو اس کے لئے کفن تصور کیا جاتا ہے۔کیونکہ کفن کا اصل مقصد مردے کا ستر ہے اور وہ اس سے حاصل ہو جاتا ہے۔اس سلسلے میں اصل وہ آیت ہے جس میں اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اولی الامر کے وسیع مفہوم میں ماہرینِ فن بھی شامل ہیں اس لیے آیت کی روسے طب کے ماہرین کی رائے معتبر اور واجب العمل ہو گی۔نیز کفن کے کپڑے کے بارے میں شریعت میں کوئی تحدید نہیں

---

[21] البقرۃ:173

۔ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جسے بحالت حیات پہننا جائز ہے اسے کفن میں بھی استعمال کرنا جائز ہے، اسی طرح بوقت ضرورت خواتین کے لئے دو اور مردوں کے لئے صرف ایک کپڑے کے کفن کی اجازت ہے۔[22]

جہاں تک نمازِ جنازہ کا تعلق ہے تو میت کے قریبی رشتہ داروں کا حق ہے کہ وہ نماز جنازہ میں شریک ہوں اور اگر حکومت کی طرف سے جنازہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد متعین ہے تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے اور اگر نمازیوں کے درمیان فاصلہ حکومتی حکم ہو تو اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اور اگر وبا کی وجہ سے بہت زیادہ اموات ہو رہی ہوں تو اجتماعی نماز جنازہ بھی ادا کی جاسکتی ہے۔[23]

حاصل کلام شریعت مطہرہ نے کسی مرض کے پھیلنے کے باعث یا کسی اور خوف سے میت کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے کو جائز قرار نہیں دیا کیونکہ اسلام میں جس طرح ایک انسان اپنی زندگی میں قابل احترام ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی قابل احترام ہے۔ ایک مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے۔ یہ اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ مرنے کے بعد بھی انسانی جسم کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں اس لئے ضروری ہے کہ اسے کفن دیا جائے ، غسل دیا جائے اور دوسروں کے ساتھ عام قبرستان میں دفن کیا جائے ۔ محض وائرس پھیلنے کے خوف سے ایک مسلمان کو اس کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

وبا کے دوران دینی رہنماؤں اور مراکز کا کردار:

ملک پاکستان ایک اسلامی معاشرہ ہے جس میں بسنے والے مسلمان اسلامی عقائد اور مسلم نظام حیات کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ انسانی حاکمیت کی بجائے اتباع و اطاعت الہیٰ پر مبنی ہوتا ہے۔ اس نظمِ اطاعت کی وضاحت علماء کرام کی ذمہ داری اور فرض منصبی ہے کیونکہ وہ انبیاء کرام کے وارث قرار پائے ہیں۔ علماء کرام ہی کتاب وسنت کی تشریح کرتے ہیں، حالات پر ان کا اطلاق کرتے ہیں۔ کسی بھی مسلم معاشرے میں علماء وحکام دونوں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نظام الہیہ کی وضاحت و تشریح علماء کرام جبکہ حکام اور والیان مملکت اس نظام کی تنفیذ کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے ایک مسلم معاشرے میں علمائے کرام کی اہمیت غیر معمولی ہے کیونکہ کتاب و سنت کا کسی معاملہ پر اطلاق ان کی تشریح ورہنمائی کا محتاج ہے۔ کسی بھی معاشرے کی صلاح وفلاح میں ان کی ہدایت ورہنمائی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

ایک اسلامی معاشرے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی ایسا موثر ذریعہ نہیں جو کسی مسلمان کی ذہنی تشکیل میں کارگر ثابت ہوسکے۔ قرآن و سنت سے متعلقہ ہدایت کی نشاندہی، تبلیغ اور حالات پر ان کا اطلاق علمائے کرام ہی کا فرض منصبی ہے۔ اس ناطے علمائے کرام کا کردار مسلم معاشرے میں غیر معمولی تقدس اور اہمیت رکھتا ہے

---

[22] فتاوی الہندیہ، الباب الحادی والعشر فی الجنائز، 1/ 160

[23] الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ الجنائز، 3/ 138

بالخصوص ان حالات میں جب وہ اس پر خود خلوص دل سے عمل پیرا ہوں تو ان کے قول و کردار کی تاثیر دو چند ہو جاتی ہے۔اس بناپر کورونایااس جیسی دیگر خطرناک وبا کے دوران علماء کرام کا شرعی فریضہ ہے کہ وہ عوام الناس کی دوٹوک انداز میں مناسب رہنمائی کریں۔کوروناوائرس کے پھیلاؤ کے مضر اثرات سے آگاہ کریں اور انہیں حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کا اسلامی نظم ونسق سمجھائیں۔

وبا کے دوران مختلف مسالک کے معتبر علماء کرام نے حکومتی مشاورت اور محکمہ صحت کے بتائے قوانین کو تسلیم کیا اور انہیں اپنے اپنے حلقوں میں نافذ کرنے کا اعلان کیا۔پھر وہ چاہے مساجد میں سماجی فیصلہ بر قرار رکھنا ہو یا نماز کے دوران فیس ماسک اور سینیٹائزر کا استعمال، مدارس کی تعلیم کی بندش کا فیصلہ ہو یا جمعہ کے اجتماعات کی تحدید۔علمائے کرام نے حکومتی ہر فیصلہ کو من وعن تسلیم کیااور عوام الناس کو سختی کے ساتھ ان ہدایات کی روشنی میں عمل کرنے کی تلقین بھی کی۔ اس سلسلہ میں رمضان المبارک میں صدر مملکت کے ساتھ بیس نکاتی ایجنڈے پر تمام مکاتب فکر کے علماء کا اتفاق اہم ہے۔نیز وباسے پیداشدہ صورتحال کے دوران شرعی وطبی ماہرین کے درمیان درج ذیل باتوں میں مکمل اتفاق پایاجاتاہے:

- مصافحہ یامعانقہ سے احتراز کرتے ہوئے محض زبانی سلام پر اکتفاء۔
- اطباء وحکومت کی مقرر کردہ تجاویز اوراحتیاطی تدابیر کی پاسداری۔
- مساجد میں جماعت اور جمعہ کے اجتماعات کی تحدیداور بچوں وزائدالعمر افراد کے داخلے پر پابندی۔
- مرض میں مبتلاافراد کے مساجد آنے پر پابندی۔

ان نکات پر مکمل طور پر اتفاق جبکہ مساجد کو کلی طور پر بند کرنے اور صحت مند نمازیوں کو مساجد میں جانے سے روکنے کے معاملے میں بہر حال حکومت اور ائمہ کرام کے درمیان اختلافی معاملات ہوئے۔بعد ازاں کچھ ضروری اقدامات اور حفاظتی تدابیر کو اختیار کرتے ہوئے مساجد کو کھول دیا گیا اور نمازیوں کو نماز کی اجازت دے دی گئی۔علماءاور حکومتی افراد کے اس موثر طرزِ عمل کی بدولت وبا کے پھیلاؤ کو روکنے میں کافی حد تک مدد ملی۔

وبا کے دوران مساجد کا کردار بھی بہت اہم ہے۔کورونا کے پھیلاؤ کا سب سے بڑا سبب سماجی فاصلہ کا نہ ہونا قرار دیا گیا۔مسجد اجتماعیت کا مقام ہے جہاں سماجی فاصلہ کو ممکن رکھ پانا انتہائی مشکل مسئلہ رہا ہے لیکن علماء کرام نے مساجد میں حتی الامکان یہ کوشش جاری رکھی کہ حکومتی ضابطے کے تحت مساجد کے نظام کو آباد رکھا جائے۔اسکے علاوہ وبا کے دوران انہیں بھی متعدد مقاصد کے لیے استعمال کیاجاسکتاہے۔مثال کے طور پر:

- مسجد ایک فلاحی ادارے کی حیثیت سے بھی کام کرسکتی ہے اور مخصوص حالات میں وہاں مستحقین کے لیے راشن جمع اور تقسیم کرنے کی نہ صرف اجازت بلکہ سابقہ وموجودہ ادوار میں اس پر عمل دیکھنے کو ملتاہے۔
- وباسے نمٹنے کے لیے مساجد ودیگر دینی مراکز سے موثر آوازبلند کی جاسکتی ہے کیونکہ عوام الناس کی اکثریت ان سے وابستہ اور یہاں سے نشر ہونے والی ہدایات پر اعتماد کرتے ہیں۔

- مسجد کمیٹی کے ممبران وبا کے خاتمے کے لیے مالی تعاون پر مبنی کمیٹی بھی قائم کرسکتے ہیں اور لوگوں کو اس فنڈ میں رقم جمع کرانے کی ترغیب بھی دی جاسکتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ وبا کے دوران دینی رہنما اور مراکز کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ عوام الناس ان مراکز سے حقیقت کا ادراک اور مشکلات کے حل کے لیے ہدایات سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس لیے دینی رہنماؤں کی ذمہ داری ہے کہ ان مراکز کو وبا سے نمٹنے اور اصلاحِ عامہ کے لیے استعمال کریں تاکہ عوام و خواص اور حکومت کے مابین خوشگوار تعلق قائم ہو۔

حرف آخر

کورونا یا اس جیسی دیگر وبائی بیماریاں ایک حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ یہ جہاں تقدیر کے فیصلے ہیں وہیں انسانوں کی بداعمالیاں ان کا ظاہری سبب بنتی ہیں۔ چنانچہ اسباب اختیار کرتے ہوئے ان سے بچاؤ دین کی واضح تعلیم ہے۔ طبی ماہرین کے مطابق اختلاط میں کمی اور سماجی دوری ہی اس کے پھیلاؤ کو روکنے کا موثر اور یقینی ذریعہ ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک نے اب تک اسی ذرائع سے ہی مرض کو کافی حد تک کنٹرول کیا ہے۔ اس کے علاوہ ماسک کا استعمال، صفائی ستھرائی کا اہتمام اور معانقہ و مصافحہ سے پرہیز بھی ضروری ہے۔ ان تمام احتیاطی تدابیر کا تذکرہ صراحتاً یا اشارۃً دینی تعلیمات میں ملتا ہے۔ اس بنا پر دینی قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام الناس کا طبی ماہرین پر اعتماد برقرار رکھنے، احتیاطی تدابیر اور اطباء کی تجاویز پر عمل یقینی بنانے میں کوشاں رہیں اور دینی مراکز کو صلاح و فلاحِ عامہ کے لیے استعمال کریں۔ اس کے علاوہ وبا کا یہ مشکل دورانیہ اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ تمام مسلمان رجوع الی اللہ کریں، اپنے اعمال اور رہن سہن کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے تابع بنائیں اور مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں تاکہ مستقبل اس موذی وبا سے محفوظ ہو جائے۔